خورشید احمد ندیم

سماج کا بکھرتا اخلاقی حصار

علم دین اور تصوف و اخلاق کی شہرت رکھنے والے بھی، اگر الزام تراشی میں سہل پسند ہو جائیں تو سماج کا اخلاقی حصار کیسے قائم رہے گا؟

مسلم روایت نے دو اداروں کو جنم دیا: مدرسہ اور خانقاہ۔ ایک کا مقصد معاشرے کو علم کے باب میں توانا بنانا تھا اور دوسرے کا اخلاق میں۔ یہ علم و اخلاق ہیں جو فرد اور اجتماع کو بناتے اور بگاڑتے ہیں۔ ان میں فساد در آئے تو انسان اور معاشرے برباد ہو جاتے ہیں۔ یہی ادارے ہیں جو غزالی و ابن رشد اور جنید و بایزید پیدا کرتے ہیں۔ اگر یہ دو ادارے، اللہ کے آخری رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی لائی ہوئی ہدایت اور سیرت کے حصار میں قائم رہیں تو مسلم سماج کبھی زوال آشنا نہ ہو۔

عالم کا جو کردار قرآن مجید نے بیان کیا، وہ انذار ہے۔ وہ معاشرے میں کھڑا ہوتا اور ابن آدم کو یاد دہانی کراتا ہے کہ اس کا مقصد حیات کیا ہے اور اسے ایک دن خدا کی عدالت میں جواب دہ ہونا ہے۔ یہ آسان راستہ نہیں۔ اس میں افکار و نظریات اور تشکیک و ترغیب کے کانٹے بکھرے ہوئے ہیں۔ عالم ان کو چنتا اور صراط مستقیم کو صاف کرتا چلا جاتا ہے۔ وہ اس راستے پر چلنا سہل بنا دیتا ہے، اگر کوئی اس منزل کا سچا مسافر ہو۔ ہماری روایت میں مدرسہ اس طبقۂ علما کی نمایندگی کرتا ہے۔ مدرسے کو آپ عصری تصور کے تحت نہ دیکھیے۔ تاریخی اعتبار سے یہ علم کی ہر جہت کو محیط ہے۔

خانقاہ، اخلاق کو درپیش امراض کا شفاخانہ ہے۔ یہ انسان کی فطرت میں روشن، خیر کے چراغ کو روغن فراہم کرتا اور وہ رذائل کی ان ہواؤں سے محفوظ رکھتا ہے جو اسے بجھانے کے درپے ہوتی ہیں۔ خانقاہ میں بیٹھا ایک آدمی لطیف انسانی جذبات کو زندہ رکھتا ہے جو محبت، ایثار اور رحم کی صورت میں ظہور کرتے اور انسانوں کو دیگر

www.al-mawrid.org
www.javedahmadghamidi.com

مخلوقات سے ممتاز بنا دیتے ہیں۔

سہل انگاری نے جب ان اداروں کو اپنی گرفت میں لیا تو علم اور اخلاق کے محافظ اپنی میراث سے دور ہوتے گئے، یہاں تک کہ ان کی ہیئت ہی تبدیل ہو گئی۔ تب ہی علامہ اقبال کو یہ کہنا پڑا کہ وجودی تصوف اسلام کی سرزمین پر اُگنے والا ایک اجنبی پودا ہے۔ علم کا معاملہ یہ ہوا کہ خود اپنی روایت سے باخبر ہونے کے لیے ہمیں دوسروں پر انحصار کرنا پڑا۔ منصور حلاج کو جاننے کے لیے فرانس کے محقق لوئی ماسینوں اور دیوبند کو جاننے کے لیے امریکا کی بار برا مٹکاف کی خوشہ چینی کرنا پڑی۔ ہم خود تو فضائل ہی مرتب کر پائے۔

سب سے زیادہ زد تو اخلاق پر پڑی۔ اقبال کے مطابق خانقاہ پر مجاور کا قبضہ ہو گیا۔ تربیت اور تعمیر اخلاق کے تصورات اجنبی ہو گئے۔ وظائف و تسبیحات کو زادِ راہ کے بجاے منزل سمجھ لیا گیا۔ جدید دور نے خانقاہ کی تشکیل نو کی تو صوفی کا حلیہ ہی نہیں، اس کی خانقاہ بھی جدید فیشن کا نمونہ بن گئے۔ اس میں کوئی حرج نہیں تھا اگر اس کی روح باقی رہتی۔ مدرسہ و خانقاہ، قدیم ہوں یا جدید، ان کا حاصل ایک ہی رہا:

اٹھا میں مدرسہ و خانقاہ سے غم ناک
نہ زندگی نہ محبت نہ معرفت نہ نگاہ

مدرسہ و خانقاہ کی اگر الگ الگ تنظیم ہوئی تو اس کا مطلب یہ نہیں تھا کہ دونوں ایک دوسرے سے بیگانہ تھے۔ علم، اخلاق سے اور اخلاق علم سے جدا نہ تھے۔ عالم اخلاق کا پیکر تھا۔ صوفی دین کے علم کو جانتا تھا۔ قرآن مجید نے بتایا کہ یہ دراصل علما ہیں جو اللہ سے ڈرنے والے ہیں۔ گویا جو عالم اس سے بے نیاز ہے، اس کا تعلق اس روایت سے نہیں جو اسلام نے پیدا کی۔ اسی طرح تزکیۂ علم کے بغیر تزکیۂ نفس ممکن نہیں، اس لیے جو اس روایت سے وابستہ تھے، وہ قرآن و سنت کے علم سے متصف تھے، تاہم انسانی علم کبھی غلطی سے محفوظ نہیں رہا۔ ہماری روایت بھی اس سے کل محفوظ تھی، نہ آج ہے۔

علم و صوفی جب سہل پسند ہوئے تو روایت سے کٹتے چلے گئے۔ علم خوف خدا سے اور تصوف تزکیے سے بے نیاز ہوتا گیا، الاّ ماشاء اللہ۔ علم کی سہل پسندی یہ ہے کہ تحقیق کا حق ادا کیے بغیر فتویٰ جاری کر دیا جائے۔ اخلاق کے باب میں سہل پسندی یہ ہے کہ دوسروں کے بارے میں بدگمانی کی جائے۔ سنی سنائی باتوں کو پھیلایا جائے اور اس تنبیہ کو نظر انداز کر دیا جائے جو اللہ کے آخری رسول صلی اللہ علیہ وسلم فرما چکے۔

مجھے پہلی بار اس رویے کو جاننے کا موقع اُس وقت ملا جب مذہبی طبقے کی طرف سے مولانا سید ابوالاعلیٰ مودودی پر ہونے والی تنقید پڑھی۔ یہ خوش بختی تھی کہ اس تنقید کو پڑھنے سے پہلے میں مولانا کی کتب کا مطالعہ

کر چکا تھا۔ تنقید سے اندازہ ہوا کہ مولانا مودودی پر جو الزامات لگائے جا رہے ہیں، ان کی تحریروں یا زندگی میں اس کی کوئی شہادت موجود نہیں۔ جیسے صحابہ کا گستاخ یا امریکی ایجنٹ۔ بعض علما کی طرف سے کہا گیا کہ انھیں امریکا سے پیسے ملتے ہیں۔ میں علما سے محبت رکھنے والا ایک آدمی ہوں اور میرے لیے یہ بات کسی صدمے سے کم نہیں تھی۔

چند روز پہلے میں پھر ایک ایسے ہی صدمے سے دوچار ہوا جب میں نے ایک عالم اور صوفی کی زبان سے ایک معاصر صاحب علم کے بارے میں ایسی ہی گفتگو سنی۔ اسے سن کر میں پورے وثوق کے ساتھ یہ کہہ سکتا ہوں کہ یہ تنقید بغیر پڑھے اور سمجھے کی گئی۔ پھر ذاتی حملے، جو سراسر بدگمانی پر مبنی تھے۔ آدمی حیرت سے سوچتا ہے کہ صوفیانہ روایت جو کھڑی ہی خوش گمانی کی اساس پر ہے، اس روایت کا کوئی آدمی ایسی غیر ذمہ دارانہ گفتگو کر سکتا ہے؟ مولانا اشرف علی تھانوی کے سامنے کسی کا ایک جملہ نقل کیا گیا، جس پر صراحت سے کفر کا اطلاق ہوتا تھا۔ سچ یہ ہے کہ وہ جملہ اتنا واضح ہے کہ میں اس کی کوئی تاویل نہیں کر سکتا۔ مولانا تھانوی نے، مگر اس کی چھ تاویلات پیش کیں اور اسے دائرۂ اسلام سے نکلنے نہیں دیا۔

علمی تنقید ایک دوسری چیز ہے۔ اس کے اپنے معیارات ہیں۔ مولانا اشرف علی تھانوی اور مولانا وحیدالدین خاں نے مولانا مودودی پر تنقید کی ہے۔ یہ تنقید ان کے افکار پر ہے، جس سے اتفاق اور عدم اتفاق، دونوں ممکن ہیں، لیکن دونوں نے ذاتی حملے کیے اور نہ ان پر یہ الزام لگ سکتا ہے کہ انھوں نے بغیر پڑھے اور جانے تنقید کی۔ میں تو اس تنقید کی بات کر رہا ہوں جو سادہ لفظوں میں بے علمی اور الزام تراشی کے ذیل میں آتی ہے۔

ایک صاحب علم اپنی کتاب کا آغاز ان جملوں سے کرتا ہے: ''دین کا تنہا ماخذ اِس زمین پر اب محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات والا صفات ہے۔ یہ صرف اُنھی کی ہستی ہے کہ جس سے قیامت تک بنی آدم کو اُن کے پروردگار کی ہدایت میسر آ سکتی اور یہ صرف اُنھی کا مقام ہے کہ اپنے قول و فعل اور تقریر و تصویب سے وہ جس چیز کو دین قرار دیں، وہی اب رہتی دنیا تک دین حق قرار پائے''۔ یہی نہیں، وہ اپنی اسی کتاب میں کم و بیش بارہ سو احادیث سے استدلال کرتا ہے۔ اگر کوئی ایسے آدمی کو 'منکر حدیث' کہے تو آپ کیا کہیں گے؟ اس پر یہ الزام صرف وہی دھر سکتا ہے جس نے اس کتاب کا پہلا صفحہ تک نہیں پڑھا۔

میں حیرت اور صدمے کے ساتھ سوچتا ہوں کہ علم اور تزکیے کی دنیا میں سانس لینے والا کوئی آدمی، یہ سب کیسے کر سکتا ہے؟ اگر اس دنیا کے لوگ بھی اتنے سہل پسند ہو جائیں تو سماج کا اخلاقی حصار کیسے قائم رہ سکتا ہے؟

(بشکریہ: روزنامہ دنیا، لاہور، ۵/ مارچ ۲۰۲۲ء)

"Note from Publisher: Al-Mawrid is the exclusive publisher of Ishraq. If anyone wishes to republish Ishraq in any format (including on any website), please contact the management of Al-Mawrid on info@almawrid.org. Currently, this journal or its contents can be uploaded exclusively on Al-Mawrid.org, JavedAhmadGhamidi.com and Ghamidi.net"